تفسیر نور العرفان (قسط ۴۳)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

① مفتی احمد یار خان نعیمی صاحب سورت ص (۴۵) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے اشارۃً معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے مقبولوں کو اپنی قدرت اور اپنا علم بخشا ہے، جس سے وہ عالم کی خبر رکھتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص728)

یہ بزرگوں کی شان میں غلو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اپنی قدرت اور علم نہیں بخشا، کہ وہ عالم کی خبر رکھ سکے اور اس میں تصرف کر سکے۔

جب نبی کریم ﷺ عالم کی خبر نہیں رکھتے، نہ ہی تصرف کر سکتے ہیں، تو اور کون ہے، جو اس کی طاقت رکھتا ہو؟ ان آیات سے ائمہ مسلمین میں سے کسی نے یہ بات ثابت نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ یہ محض اختراع اور تحریف ہے۔

❀ علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى : ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾(الحجّ : ۷۳)إلخ إِشَارَةٌ إِلٰى ذَمِّ الْغَالِينَ فِي أَوْلِيَاءِ اللّٰهِ تَعَالٰى، حَيْثُ يَسْتَغِيثُونَ بِهِمْ فِي الشِّدَّةِ غَافِلِينَ عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى، وَيَنْذُرُونَ لَهُمُ النُّذُورَ، وَالْعُقَلَاءُ مِنْهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّهُمْ

وَسَائِلُنَا إِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى، وَإِنَّمَا نَنْذُرُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَجْعَلُ ثَوَابَهٗ لِلْوَلِيِّ، وَلَا يَخْفٰى أَنَّهُمْ فِي دَعْوَاهُمُ الْأُولٰى أَشْبَهُ النَّاسِ بِعَبَدَةِ الْأَصْنَامِ، الْقَائِلِينَ : إِنَّمَا نَعْبُدُهُمْ لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى، وَدَعْوَاهُمُ الثَّانِيَةُ لَا بَأْسَ بِهَا لَوْ لَمْ يَطْلُبُوا مِنْهُمْ بِذٰلِكَ شِفَاءَ مَرِيضِهِمْ أَوْ رَدَّ غَائِبِهِمْ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَالظَّاهِرُ مِنْ حَالِهِمُ الطَّلَبُ، وَيُرْشِدُ إِلٰى ذٰلِكَ أَنَّهٗ لَوْ قِيلَ : انْذُرُوا لِلّٰهِ تَعَالٰى وَاجْعَلُوا ثَوَابَهٗ لِوَالِدَيْكُمْ، فَإِنَّهُمْ أَحْوَجُ مِنْ أُولٰئِكَ الْأَوْلِيَاءِ لَمْ يَفْعَلُوا، وَرَأَيْتُ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَسْجُدُ عَلٰى أَعْتَابِ حَجَرِ قُبُورِ الْأَوْلِيَاءِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّثْبُتُ التَّصَرُّفَ لَهُمْ جَمِيعًا فِي قُبُورِهِمْ، لٰكِنَّهُمْ مُّتَفَاوِتُونَ فِيهِ حَسَبَ تَفَاوُتِ مَرَاتِبِهِمْ، وَالْعُلَمَاءُ مِنْهُمْ يَحْصُرُونَ التَّصَرُّفَ فِي الْقُبُورِ فِي أَرْبَعَةٍ أَوْ خَمْسَةٍ، وَإِذَا طُولِبُوا بِالدَّلِيلِ قَالُوا : ثَبَتَ ذٰلِكَ بِالْكَشْفِ، قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى، مَا أَجْهَلَهُمْ وَأَكْثَرَ افْتَرَائَهُمْ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّزْعَمُ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْقُبُورِ وَيَتَشَكَّلُونَ بِأَشْكَالٍ مُّخْتَلِفَةٍ، وَعُلَمَاؤُهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّمَا تَظْهَرُ أَرْوَاحُهُمْ مُّتَشَكَّلَةً وَّتَطُوفُ حَيْثُ شَاءَ تْ، وَرُبَّمَا تَشَكَّلَتْ بِصُورَةِ أَسَدٍ أَوْ غَزَالٍ أَوْ نَحْوِهٖ، وَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ لَّا أَصْلَ لَهٗ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَكَلَامِ سَلَفِ

الْأُمَّةِ، وَقَدْ أَفْسَدَ هٰؤُلَاءِ عَلَى النَّاسِ دِينَهُمْ، وَصَارُوا ضِحْكَةً لِّأَهْلِ الْأَدْيَانِ الْمَنْسُوخَةِ فِي الْيَهُودِ وَالنَّصارٰى، وَكَذَا لِأَهْلِ النِّحَلِ وَالدَّهْرِيَّةِ، نَسْأَلُ اللّٰهُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ .

''فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا﴾(الحجّ : ۷۳)''بلاشبہ جن کو[اے مشرکو] تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے۔''اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیاء اللہ کے بارے میں غلوّ کا شکار ہو گئے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہو کر مصیبت میں ان اولیاء سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر نذر ونیاز دیتے ہیں۔ان میں سے'دانشور'لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اولیاء تو ہمارے لیے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں اور یہ نذر ونیاز تو ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنے پہلے دعوے میں بالکل ان بت پرستوں جیسے ہیں جو کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے [حالانکہ شرعاً یہ بھی ناجائز ہے۔ناقل]۔ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذر ونیاز دیتے ہیں۔اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی نذر ونیاز دو اور اس کا ثواب (اولیاء) کی بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان اولیاء

سے بڑھ کر ثواب کے محتاج ہیں، تو یہ مشرکین ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، [اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے]۔ میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا ہے کہ اولیاء کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض مشرکین تو سب اولیاء کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں، البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ ان مشرکین کے 'اہل علم' قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے ہیں، لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے، یہ کتنے جاہل اور جھوٹے لوگ ہیں! ان میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیاء اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں، جبکہ ان کے 'اہل علم' کا کہنا ہے کہ اولیاء کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ ان کے بقول بسا اوقات اولیاء کی روحیں شیر، ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں۔ یہ ساری باتیں جھوٹی ہیں، کتاب و سنت اور اسلافِ امت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔ ان مشرکین نے (سادہ لوح) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے۔ ایسے لوگ یہود و نصاریٰ، دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے (دین و دنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔''

(روح المَعاني : 2/212-213)

۞ نیز فرماتے ہیں:

مِنْ أُولٰئِكَ عَبَدَةُ الْقُبُورِ، النَّاذِرُونَ لَهَا، الْمُعْتَقِدُونَ لِلنَّفْعِ وَالضَّرِّ، مِمَّنِ اللّٰهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِحَالِهِ فِيهَا، وَهُمُ الْيَوْمَ أَكْثَرُ مِنَ الدُّودِ .

''ان مشرکوں میں سے بعض وہ ہیں جو قبروں کے پجاری ہیں، ان پر نذر و نیاز دیتے ہیں اور ان لوگوں سے نفع ونقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ قبر میں جن کی حالت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ موجودہ دور میں ایسے مشرکین کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ہوگئے ہیں۔''

(روح المَعاني : 67/17)

② مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حدیث پاک میں ہے کہ میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو اپنی اچھی صورت میں دیکھا، رب نے مجھ سے پوچھا کہ اے محمد! فرشتے کس چیز میں جھگڑتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ مولیٰ! تو علیم وخبیر ہے، رب تعالیٰ نے اپنا دست کرم میرے سینے پر رکھا، جس کا اثر میں نے اپنے دل میں پایا اور آسمان وزمین کی تمام چیزیں میرے علم میں آ گئیں......۔''

(تفسیر نور العرفان، ص729)

یہ حدیث مسند الامام احمد (۲۴۳/۵) وغیرہ میں آتی ہے، اس کی سند ضعیف ہے۔

۞ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''مضطرب'' قرار دیا ہے۔

(بيان تلبيس الجهميّة لابن تيميّة : 7/215، 217)

۞ امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِيهَا صَحِيحٌ، وَكُلُّهَا مُضْطَرِبَةٌ .

''اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں، ساری کی ساری مضطرب ہیں۔''

(العِلَل : 57/5)

۞ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (کتاب التوحید : ۱/۱۹۱) اور خطیب بغدادی رحمہ اللہ (تلخیص المتشابہ : ۱/۳۰۲) نے غیر ثابت قرار دیا ہے۔

۞ امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ يَثْبُتُ إِسْنَادُهُ عِنْدَ أَهْلِ الْمَعْرِفَةِ بِالْحَدِيثِ .

''محدثین کرام کے نزدیک اس کی سند ثابت نہیں۔''

(قیام اللّیل، ص 43)

۞ حافظ بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي ثُبُوتِ هٰذَا الْحَدِيثِ نَظَرٌ .

''اس حدیث کا ثابت ہونا محل نظر ہے۔''

(کتاب الأسماء والصّفات، ص 380)

کسی صحیح حدیث میں نبی کریم ﷺ کا خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ثابت نہیں۔

③ مفتی صاحب سورت ص (۷۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''دم درود، بزرگوں کی پھونک کی یہ آیت اصل ہے، کہ فیض دینے کے لیے پھونکا جاتا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص730)

یہ آیت کریمہ کی واضح تحریف ہے، کہاں آدم علیہ السلام میں اللہ تعالیٰ کا روح پھونکنا اور کہاں

بزرگوں کا دم درود؟ دم میں پھونکا نہیں جاتا، بلکہ تھتکارا جاتا ہے۔

❀ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے سفر میں ایک قبیلے کے سردار کو دم کیا:

جَعَلَ يَقْرَأُ بِأُمِّ القُرْآنِ، وَيَجْمَعُ بُزَاقَهُ وَيَتْفِلُ .

''آپ رضی اللہ عنہ سورت فاتحہ سے دم شروع کیا، (منہ میں) تھوک جمع کر کے اس پر تھتکارا۔''

(صحيح البخاري : 5736)

④ مفتی صاحب سورت زمر (۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''یہاں ولی سے مراد معبود ہیں، جیسے کہ آگے ﴿نَعْبُدُ﴾ سے معلوم ہوا اور اس میں مشرکین کی تردید ہے، جو بت پرستی میں گرفتار تھے۔ اس سے اولیاء اللہ کو کوئی تعلق نہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص731)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خالص اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔ نیز مشرکوں کے عقائد کے متعلق خبردار کیا ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں، تاکہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔

آج بھی مشرک قوموں کا یہی اعتقاد ہے کہ یہ بزرگ کرنیاں بھرنیاں والے ہیں، ان کی بات کو اللہ کے ہاں پذیرائی حاصل ہے، اللہ تعالیٰ ہماری سنتا نہیں، ان کی موڑتا نہیں، یہ اللہ کے ہاں جاہ رکھتے ہیں، یہ ہمارا وسیلہ ہیں، جس طرح کوٹھے پر بغیر سیڑھی کے نہیں چڑھا جا سکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ تک بغیر وسیلہ کے نہیں پہنچا جا سکتا، یوں وہ مخلوق کو رب کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اس لیے انہیں خوش رکھنے کے لیے ان کے نام کی نیازیں پیش کرتے ہیں، سال بہ سال ان کی قبر پر جاتے ہیں، حد درجہ ان کی قبروں کی تعظیم بجالاتے ہیں، اس قدر ان

کا ادب کرتے ہیں کہ اتنا ادب اللہ تعالیٰ کا بھی نہیں کرتے، ان سے مرادیں مانتے ہیں، اولادیں مانگتے ہیں، شفا طلب کرتے ہیں، وغیرہ۔ یہ شرک و بدعت کی مختلف صورتیں ہیں۔

۵ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت علی مرتضیٰ فرماتے ہیں کہ ہر نیکی کا اجر وزن سے ملے گا، صبر کے سوا، کہ اس کا اجر بغیر وزن ہے......۔''

(تفسیر نور العرفان، ص733)

یہ قول نہیں مل سکا۔

۶ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''خود اللہ کا ذکر کرتے نہیں، نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں، صوفیا کے ذکر کو حرام، بعد نماز درود شریف وکلمہ شریف کو بدعت۔ یہ ذکر خیر کی محفلوں، میلاد شریف وختم بزرگان کو شرک کہتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص735)

ذکر الٰہی اہل حق کی پہچان ہے۔ وہ دوسروں کو بھی ذکر کی تلقین کرتے ہیں۔ صالحین کا ذکر خیر بھی کرتے ہیں، کیونکہ صالحین کے ذکر خیر پر رحمت اُترتی ہے۔ گمراہ صوفیوں کے استدراج سے متاثر نہیں ہوتے۔ نماز کے بعد درود شریف اور کلمہ شریف کا کوئی ثبوت نہیں۔ نماز کے بعد منقول وماثور اذکار واوراد کرنے چاہئیں۔ نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنا عبادت ہے، مگر درود کو کسی موقع کے ساتھ خاص کرنا جائز نہیں۔ محفل میلاد اور ختم بزرگان کا دین میں کوئی ثبوت نہیں، لہٰذا یہ بدعی محافل ہیں، ان سے اجتناب ضروری ہے۔

۷ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

’’خیال رہے کہ موت کی دو صورتیں ہیں؛ روح کا جسم سے الگ ہونا اور روح کا جسم میں تصرف چھوڑ دینا، پرورش ختم کر دینا۔ انبیا کی موت پہلے معنی میں ہے، یعنی خروج روح عن الجسد اور عوام کی موت پہلے دوسرے دونوں معنی سے ہے، لہٰذا نبی کی روح جسم سے علیحدہ ہو جاتی ہے، جس بنا پر ان کا دفن کفن وغیرہ سب کچھ ہوتا ہے، مگر ان کی روح ان کے جسم کی پرورش وتصرف کرتی رہتی ہے، اس لیے ان کے جسم گلتے نہیں اور زائرین کو پہچانتے اور ان کا سلام سنتے اور ان کی فریادرسی اور مشکل کشائی کرتے ہیں۔‘‘

(تفسیر نورالعرفان، ص736)

موت محض عدم کا نام نہیں، بلکہ انقطاع روح کے بعد ایک جہان سے دوسرے جہان میں جانے کا نام ہے۔ جس کی ابتدا قبر سے ہوتی ہے۔ اسے برزخ کہتے ہیں۔ قبر میں جزا وسزا کا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ قرآن وحدیث اور اجماع امت اسی کے مؤید ہیں۔

❁ علامہ ابوعبداللہ قرطبی رحمہ اللہ (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ : الْمَوْتُ لَيْسَ بِعَدَمٍ مَّحْضٍ وَّلَا فَنَاءٍ صَرْفٍ وَّإِنَّمَا هُوَ انْقِطَاعُ تَعَلُّقِ الرُّوحِ بِالْبَدَنِ وَمُفَارَقَتُهٗ وَحَيْلُولَةٌ بَيْنَهُمَا، وَتَبَدُّلُ حَالٍ وَّانْتِقَالٌ مِنْ دَارٍ إِلٰى دَارٍ، وَهُوَ مِنْ أَعْظَمِ الْمَصَائِبِ، وَقَدْ سَمَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى مُصِيبَةً.

’’اہل علم کہتے ہیں: موت محض عدم اور فنا کا نام نہیں ہے، بلکہ موت روح اور بدن کے تعلق کے منقطع ہونے، دونوں کے جدا جدا ہونے، حالت کے تبدیلی

اور ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہونے کا نام ہے۔ یہ سب سے بڑی مصیبت ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے مصیبت کہا ہے۔''

(التّذكرة بأحوال الموتٰى، ص 111، تفسير القرطبي : 377/7، 206/18، أحكام القرآن لابن العربي : 384/2، المسالك لابن العربي : 605/3، القبس لابن العربي، ص 430، شرح الصّدور للسّيوطي، ص 19، بشرى الكئيب للسّيوطي، ص 18، الحاوي للفتاوى للسّيوطي : 180/2، 317/2، البحور الزّاخرة للسّفاريني : 11/1، 21)

موت کی اس حقیقت میں سب برابر ہیں؛ انبیا ہوں یا اولیا و عوام۔ لہٰذا مفتی صاحب کی تقسیم بے دلیل ہے، سلف وخلف میں کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔ البتہ انبیائے کرام کے اجساد مبارکہ کی اللہ تعالیٰ حفاظت فرماتا ہے کہ ان کو گلنے سڑنے نہیں دیتا۔ یہ انبیائے کرام کا اعزاز اور خصوصیت ہے کہ ان کے اجسام میں روح نہ ہونے کے باوجود صحیح سلامت باقی رہتے ہیں۔ باقی یہ کہنا کہ انبیائے کرام کے اجسام زائرین کو پہچانتے ہیں اور ان کا سلام سنتے ہیں، بے دلیل بات ہے۔

رہا یہ دعویٰ کہ انبیائے کرام علیہم السلام زائرین کی فریادرسی اور مشکل کشائی کرتے ہیں، تو اس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی برہان نہیں اُتاری۔ انبیائے کرام نہ اپنی حیات میں مشکل کشا اور فریادرس تھے اور نہ وفات کے بعد۔ اسلاف اُمت میں کوئی بھی نبی کو مشکل کشا اور فریادرس نہیں کہتا، یہ بعد کی اختراع ہے۔ اس لیے تو عیسیٰ علیہ السلام جو کہ آسمانوں پر زندہ ہیں، کو حاجت روائی، مشکل کشائی اور فریادرسی کے لیے نہیں پکارا جاتا۔ تاکہ عیسائی یہ نہ کہیں کہ آپ نے عیسیٰ علیہ السلام کو الہ بنالیا ہے۔ اس طعنہ سے بچنے کے لیے ایسا نہیں کرتے۔

⑧ مفتی صاحب سورت زمر (۳۶) کے تحت لکھتے ہیں:

''ایک بار حضور کے لیے (نازل ہوئی) دوسری بار خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ کے حق

میں۔ کہ حضور نے انہیں وہ درخت کاٹنے بھیجا، جس کی پوجا کی جاتی تھی، جب اس درخت کے پاس پہنچے، تو کفار بولے کہ اس میں ایک دیو رہتا ہے، وہ آپ کو دیوانہ کر دے گا۔ آپ نے بغیر پرواہ کیے درخت کاٹ دیا۔ اس کی جڑ میں ایک بدشکل آدمی تھا، جو نکل کر بھاگ گیا۔''

(تفسیر نور العرفان، ص737)

ثابت نہیں۔

⑨ مفتی صاحب سورت زمر (۴۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''انسان میں دو روحیں ہیں، ایک مقامی یا سلطانی، دوسری سیلانی۔ پہلی روح سے زندگی قائم ہے، دوسری سے ہوش وحواس۔ پہلی روح موت کے وقت نکلتی ہے، دوسری نیند میں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص738)

یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ شرعی معاملات میں احتیاط چاہیے۔

⑩ مفتی صاحب سورت زمر (۴۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''اس سے معلوم ہوا کہ بت وغیرہ شفیع من دون اللہ ہیں اور انبیا، صالحین شفیع من اللہ۔ شفیع من دون اللہ کو ماننا کفر ہے اور شفیع من اللہ کو ماننا ایمان، جیسے ولی اللہ اور ولی من دون اللہ۔ کہ بت نہ شفاعت کے مالک ہیں، نہ کسی کے نفع نقصان کے، پھر ان کی پرستش کیسی؟''

(تفسیر نور العرفان، ص739)

یہ واضح حقیقت ہے کہ جو بھی اللہ کے علاوہ مخلوق کی پکار کرتا ہے، وہ اسے اللہ کے ہاں سفارشی سمجھ کر پکارتا ہے، خواہ نبی کی پکار کرے، یا ولی کی، یا بت کی، یا فرشتے کی، یا جنات

کی، یا چاند کی، یا سورج کی۔ وہ اسے شفیع من اللہ ہی سمجھتا ہے، حالانکہ اللہ نے اسے شفیع نہیں بنایا۔لہٰذا وہ شفیع من دون اللہ ہوا۔صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مسلمین سے نبی کریم ﷺ کو وفات کے بعد پکارنا یا اللہ کے ہاں سفارشی بنانا ثابت نہیں۔

⑪ مفتی صاحب سورت زمر (۴۶) کے تحت لکھتے ہیں:

''حضرت سعید ابن مسیّب سے منقول ہے کہ یہ آیت پڑھ کر جو دعا مانگی جائے، قبول ہوگی۔''

(تفسیر نور العرفان، ص739)

روایت نہیں مل سکی۔

⑫ مفتی صاحب سورت زمر (۵۳) کے تحت لکھتے ہیں:

''ایک یہ کہ تمام مسلمان حضور کے بندے اور غلام ہیں، دوسرے یہ کہ عبد کو غیر اللہ کی طرف نسبت کر سکتے ہیں، مگر اس وقت عبد کے معنی غلام ہوں گے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص741)

آیت کے مفہوم و معنی کو بدل دیا گیا ہے۔مفتی صاحب یہ باور کرا رہے ہیں کہ یہاں ﴿عِبَادِي﴾ میں ''ی'' ضمیر سے مراد نبی کریم ﷺ ہیں کہ گویا نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے بندے کہا۔ جبکہ صحیح معنی یہ ہے کہ اے محمد (ﷺ)! آپ میری طرف سے میرے بندوں کو فرما دیجئے ......۔

⑬ مفتی صاحب سورت نور (۳۲) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ عبد کی نسبت غیر خدا کی طرف بھی کر سکتے ہیں، بمعنی خادم۔لہٰذا عبد النبی، عبد الرسول کہہ سکتے ہیں۔''

(تفسیر نورالعرفان،ص564)

عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفیٰ، عبد المسیح، عبد علی، عبد حسین اور عبد کعبہ وغیرہ نام رکھنا بالا جماع حرام ہے۔ یہ تاویل کرنا کہ عبد بمعنی خادم ہے، درست نہیں، کیونکہ عبد کا متبادر الذہن معنی ''بندہ'' ہے، تو اس کو حقیقی معنی سے پھیرنے کے لیے قرینہ چاہیے، وہ یہاں موجود نہیں۔ عبد النبی، عبد الرسول وغیرہ ناموں میں فوراً ذہن میں بندے کا مفہوم جاتا ہے۔ عبد بمعنی خادم وضاحت کے بغیر سمجھ نہیں آتا۔ لہٰذا عبد کی مخلوق کی طرف اضافت کر کے نام رکھنا جائز نہیں، کیونکہ یہ موہم شرک ہے۔

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَمَّا آتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ﴾ (الأعراف: ١٩٠)

''جب انہیں (میاں بیوی کو) اللہ تعالیٰ صحیح سالم بیٹا عطا کرتا ہے، تو وہ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

مشرکوں کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ غیر اللہ سے اولاد مانگتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ انہیں اولاد عطا فرما دیتا ہے، تو وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں، کہ فلاں نے اولاد دی۔ اسی طرح بعض اوقات شرکیہ نام بھی رکھتے ہیں، جیسا کہ امام بخش، پیر بخش، پیراں دتا، نیاز حسین، نیاز علی، وغیرہ۔ اس آیت میں ان کے اس طرز عمل کا بیان ہے۔

یاد رہے کہ غلام نبی، غلام رسول، غلام مصطفیٰ، غلام علی، غلام حسن اور غلام حسین وغیرہ نام رکھنا جائز ہے، کیونکہ ان سے شرک کا شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ ہر شخص غلام کا معنی مطیع وفرمانبردار کے لیتا ہے۔

⑭ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''صوفیا فرماتے ہیں کہ مفاتیح ومقالید کے معنی ہیں چابیاں۔﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ﴾ اور مفاتح کا اول وآخر حرف م ح ہے اور مقالید کا اول وآخر میم دال ہے۔جس سے محمد بنتا ہے۔اشارہ اس طرف ہے کہ حضور کی ذات اقدس تمام آسمانی زمینی خزائن الٰہیہ کی چابی ہے۔''

(تفسیر نور العرفان،ص742)

یہ الحاد اور غلو پر مبنی کلام ہے۔ نبی کریم ﷺ آسمانی زمینی خزائن کی چابی نہیں۔غیب کے خزائن اللہ کے پاس ہیں،جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾(الأنعام : ٥٩)

''اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں،انہیں صرف وہی جانتا ہے۔''

❁ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَهٗ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾(الزّمر : ٦٣، الشّوری : ١٢)

''آسمانوں اور زمین کی چابیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔''

⑮ مفتی صاحب سورت مؤمن (٣٧) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی جگہ میں ماننا کفار کا طریقہ ہے،رب تعالیٰ نہ کسی خاص جگہ پر ہے،نہ ہر جگہ۔وہ جگہ سے پاک ہے۔''

(تفسیر نور العرفان،ص752،766)

اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ عرش پر بلند ہے۔''علوّ''اللہ تعالیٰ کی ذاتی،ازلی اور ابدی صفت ہے۔اس بارے میں دو گروہوں نے اہل سنت والجماعت کی مخالفت کی ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور دوسرے کا مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کائنات کے اوپر ہے، نہ نیچے، نہ جہان کے اندر ہے، نہ باہر، نہ دائیں، نہ بائیں، نہ آگے، نہ پیچھے، نہ کائنات سے متصل، نہ اس سے منفصل۔

عقیدے کی یہ تعبیر اسلاف امت سے ثابت نہیں، لیکن یہ لوگ اپنے عقیدے پر قرآن وسنت سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صحابہ، تابعین اور تبع تابعین نے وہ دلائل پڑھے تھے، جو یہ حضرات پیش کرتے ہیں، تو جواب اس کا یہ ہے کہ یقیناً پڑھے تھے، بلکہ حفظ کئے تھے؟

تو یہ دلائل پڑھ کر بھی انہوں نے یہ عقائد کیوں نہیں اپنائے؟ دو وجہیں ہوسکتی ہیں، یا تو سلف امت ان دلائل کو جاننے کے باوجود ماننے پہ تیار نہیں تھے۔ یا پھر ان دلائل سے وہ عقائد ثابت ہی نہیں ہوتے، جو یہ لوگ ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔

ائمہ سلف نے اپنے عقائد کی بنیاد قرآن وحدیث پر ڈالی ہے، وہ قرآن وسنت کا اتباع کرتے تھے، جب کہ متکلمین نے پہلے عقائد وضع کیے ہیں، پھر قرآن وسنت کی نصوص کو ان کے مطابق ڈھالا ہے۔ یوں ان کے عقائد ائمہ سلف کے اجماع کے خلاف ہوگئے۔

اہل کلام نے اللہ کی صفت علو سے مراد صفات کی بلندی لی ہے، ذات کی بلندی نہیں۔

صفت معیت:

اللہ نے اپنے لیے علو ثابت کیا ہے، جس آیت سے اہل ضلال نے استدلال کیا ہے، وہ ان کے اس باطل دعویٰ پر دلالت ہی نہیں کرتی، کیوں کہ معیت سے حلول لازم نہیں آتا، جیسا کہ عربوں کا کہنا ہے: «اَلْقَمَرُ مَعَنَا» ''چاند ہمارے ساتھ ہے۔'' حالاں کہ چاند آسمان پر ہوتا ہے۔ «زَوْجَتِي مَعِيَ» ''میری بیوی میرے ساتھ رہتی ہے۔'' حالاں کہ وہ مشرق

میں ہوتا ہےاور وہ مغرب میں ہوتی ہے۔لہٰذا معیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساتھ والا آدمی ہمیشہ ساتھ والے کی جگہ میں ہو، بل کہ مضاف الیہ کے اعتبار سے معیت کا معین کیا جا سکتا ہے، کبھی ہم کہہ دیتے ہیں: «هٰذَا لَبَنٌ مِعَهٗ مَاءٌ» ''اس دودھ میں پانی ملا ہے۔'' یہ معیت اختلاط کا تقاضا کرتی ہے، آدمی کہتا ہے: «مَتَاعِي مَعِيَ» ''میرا مال میرے پاس ہے۔''

حالانکہ وہ تو اس کے گھر میں پڑا ہوتا ہے اور سامان اٹھائے ہوئے کہتا ہے: «مَتَاعِي مَعِيَ» ''میرا مال میرے پاس ہے۔'' اس صورت میں وہ سامان اس کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ یہ ایک ہی کلمہ ہے، لیکن اضافت کے بدلنے سے اس کے معانی بھی بدلتے رہتے ہیں۔

باطل لوازمات:

یہ دعویٰ کہ اللہ ہر جگہ ہے، اس سے کئی باطل لوازم لازم آئیں گے۔

① تعدد یا اجزا لازم آئیں گے۔ یہ لازم بلا شک وشبہ باطل ہے اور لازم کا بطلان ملزوم کے بطلان پر دلالت کناں ہوتا ہے۔

② جب آپ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ کئی جگہوں میں ہے، تو لازم آئے گا کہ وہ لوگوں کی زیادتی کی وجہ سے زیادہ اور کمی کی وجہ سے کم ہو جائے۔

③ آپ پر لازم آئے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کو گندگی والی جگہوں سے پاک نہیں سمجھتے، جب آپ کہیں گے کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے، حالاں کہ بیت الخلا اور گندگی کے ڈھیر بھی جگہ میں داخل ہیں۔ اس سے بڑی اللہ کی گستاخی کوئی نہیں۔

لہٰذا یہ نظریہ عقل ونقل کے خلاف ہے۔ قرآن وسنت سے کسی بھی طرح اس کے لیے دلیل مترشح نہیں ہو سکتی، نہ مطابقتی، نہ تضمنی اور نہ ہی التزامی۔

باری تعالیٰ کے لیے جہت کا اثبات:

بعض کا کہنا ہے کہ اللہ کی کوئی جہت قرار نہیں دی جا سکتی، ان کا خیال ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو جہت کے ساتھ موصوف کیا جائے، تو اس سے اللہ تعالیٰ کا جسم لازم آئے گا اور سب جسم تو باہم ایک جیسے ہیں، اس سے تمثیل لازم آئے گی، لہٰذا انہوں نے اللہ تعالیٰ کی جہت کا انکار کر دیا۔

ہم کہتے ہیں جہت کی نفی سے تو اللہ تعالیٰ کی نفی لازم آتی ہے، کیوں کہ ہم سوائے عدم کے اور کسی ایسی چیز سے واقف نہیں، جو نہ کائنات کے اوپر ہو، نہ نیچے، نہ دائیں ہو، نہ بائیں، نہ آگے ہو، نہ پیچھے، نہ متصل ہو، نہ منفصل۔ اس لیے بعض علما کا کہنا ہے کہ ہمیں کہا جائے اللہ تعالیٰ کو عدم سے موصوف کرو، تو عدم کے لیے جہت کی نفی سے زیادہ موزوں الفاظ نہیں ملیں گے۔

باقی یہ اعتراض کہ جہت کے اثبات سے تجسیم لازم آئے گی، تو یہ باطل ہے، کیونکہ یہ اعتراض تب ہو، جب ہم خالق اور مخلوق کی صفات میں مماثلت و مشابہت ثابت کریں۔

ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کو ایسے ثابت کرتے ہیں، جیسے اس کی عظمت اور شان کے لائق ہے، ان کی کیفیت بیان نہیں کرتے اور نہ ہی مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔

کیا جسم سے آپ کی مراد وہ چیز ہے، جو مختلف چیزوں سے مل کر وجود میں آتی ہے، ان اجزا کے ملنے کے بغیر وہ چیز قائم نہیں رہ سکتی، تو اسے ہم بھی ثابت نہیں کرتے، جو کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صفت علو کے اثبات سے تجسیم لازم آتی ہے، تو اس کا یہ دعویٰ باطل ہے۔

یہ دراصل سلف صالحین پر بے اعتمادی کا نتیجہ ہے، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو عرش پر مانتے تھے، سلف پر بالواسطہ یا بلا واسطہ اعتراض کرنے والے حق پر نہیں ہو سکتے۔ ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی شایان شان صفات باکمال سے متصف ہے۔

یاد رہے یہ دعویٰ کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ثابت نہیں، سراسر باطل دعویٰ ہے۔

عقیدۂ اہل سنت والجماعت:

اہل سنت والجماعت کا دعویٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہے، اس پر وہ قرآن کریم، سنت رسول، اجماع امت، عقل اور فطرت سے دلائل رکھتے ہیں۔ ہر شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ علو صفت کمال ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لیے اسے ثابت کرنا ضروری ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ تمام صفات کمال سے متصف ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں: تین ہی صورتیں ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اوپر ہوگا یا نیچے ہوگا یا برابر ہوگا، نیچے اور برابر ہونا تو ممتنع ہے، کیوں کہ نیچے ہونے میں معنوی نقص ہے اور برابر ہونے سے مخلوق کے ساتھ مشابہت و مماثلت لازم آئے گی، اب صرف علو باقی رہ گیا، جو کہ صفت کمال ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کو صفت علو سے متصف کر دیا۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات سے اوپر اپنے عرش پر بلند ہے۔ اللہ کا عرش آسمانوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سمع و بصر، علم و قدرت ہر چیز کو محیط ہے۔

⑯ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضرت معاذ بن جبل کو حضور نے حاکم یمن بنا کر بھیجا، تو پوچھا: کس سے فیصلہ کرو گے، عرض کیا: کتاب اللہ سے، فرمایا: اگر اس میں نہ پاؤ، تو؟ عرض کیا: اس کے رسول کی سنت سے، فرمایا: اگر اس میں بھی نہ پاؤ؟ عرض کیا: ثُمَّ أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي خود قیاس کروں گا، اس پر حضور بہت خوش ہوئے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص752)

یہ روایت سنن ابی داود (۳۵۹۲) اور سنن ترمذی (۱۳۷۲) وغیرہ میں آتی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

۱۔ حارث بن عمرو ''مجہول'' ہے۔

۲۔ اصحاب معاذ مبہم و نامعلوم ہیں۔

۳۔ اس میں ارسال بھی ہے۔

❀ اس حدیث کے متعلق امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يَصِحُّ . ''یہ روایت ثابت نہیں۔''

(التّاريخ الكبير : 277/2)

❀ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ إِسْنَادُهُ عِنْدِي بِمُتَّصِلٍ .

''میرے نزدیک اس کی سند متصل نہیں۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 1328)

❀ حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هُوَ حَدِيثٌ ضَعِيفٌ بِإِجْمَا عِ أَهْلِ النَّقْلِ فِيمَا أَعْلَمُ .

''میرے علم کے مطابق اس حدیث کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔''

(البدر المنير : 534/9)

⑰ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے مقبولوں کو علم غیب دیتا ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص753)

علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔اس نے کسی کو علم غیب عطا نہیں کیا۔انبیائے کرام وہی جانتے تھے، جو ان کی طرف وحی کیا جاتا تھا۔

⑱ مفتی صاحب سورت مؤمن (۴۹) کے تحت لکھتے ہیں:

''معلوم ہوا کہ جہنمی کفار دوزخ میں پہنچ کر بزرگوں کے وسیلہ کے قائل ہو جائیں گے، اگرچہ دنیا میں اس کے منکر تھے، اس لیے وہ دوزخ کے فرشتوں سے دعا کے لیے عرض کریں گے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص754)

یہ آیت کی تحریف ہے۔کفار جہنم میں فرشتوں سے دعا کی درخواست کریں گے، کسی سے دعا کرانا جائز وسیلہ ہے، دنیا میں اس کا کوئی بھی منکر نہیں، جیسا کہ دنیا میں مشرکین نبی کریم ﷺ سے دعا کی درخواست کرتے تھے۔

دراصل یہاں جہنم میں مشرکین کی بری حالت کو بیان کیا گیا ہے کہ فرشتوں سے کہیں گے کہ آپ ہی ہمارے لیے عذاب کی تخفیف کی دعا کر دیں، مگر فرشتے انکار کر دیں گے۔

⑲ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حقیقی کارساز صرف وہ ہے، مجازی کارساز اس کے محبوب بندے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص756)

حقیقی اور مجازی بحث چھیڑ کر شرک کو کمزور سہارا دینا ہے۔کوئی مجازی کارساز نہیں۔کل کلاں مجازی خدا، مجازی مشکل کشا، مجازی حاجت روا، مجازی فریادرس، مجازی شفا دینے والا، مجازی اولاد دینے والا وغیرہ سننے ملیں گے۔بلکہ بالفعل ایسے دیکھنے میں آیا ہے کہ ہر کام کے لیے مجازی الٰہ بنا رکھے ہیں۔مشرکین مکہ کا یہی عقیدہ تھا۔

(۲۰) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور اب بھی سارے عالم کو دیکھ رہے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص758)

یہ اہل شرک کی اختراعات ہیں، نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھنے سے باز نہیں آتے۔ اس پر کیا دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ سارے عالم کو دیکھ رہے ہیں۔ آپ ﷺ اپنے حیات مبارکہ میں پس دیوار نہیں دیکھتے تھے، بعد از وفات کیسے؟

(۲۱) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''قرآن صفت جمال الٰہی کا مظہر اتم ہے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص760)

قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صفت ہے۔ قرآن کریم کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ صفت جمال الٰہی کا مظہر اتم ہے، جائز نہیں۔

(۲۲) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''دنیا میں بھی درخت بولتے ہیں، جنہیں خاص بندے سنتے ہیں۔''

(تفسیر نور العرفان، ص763)

بے دلیل بات ہے۔

(۲۳) مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ نہ کہے کہ ان شاء اللہ میں مؤمن ہوں، بلکہ یقین سے اپنے کو مؤمن جانے۔''

(تفسیر نور العرفان، ص766)

❁ امام ابوبکر محمد بن حسین آجری رحمہ اللہ (۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

مِنْ صِفَةِ أَهْلِ الْحَقِّ، مِمَّنْ ذَكَرْنَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ الِاسْتِثْنَاءُ

فِي الْإِيمَانِ، لَا عَلٰى جِهَةِ الشَّكِّ، نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّكِّ فِي الْإِيمَانِ، وَلٰكِنَّ خَوْفَ التَّزْكِيَةِ لِأَنْفُسِهِمْ مِنَ الْاِسْتِكْمَالِ لِلْإِيمَانِ، لَا يَدْرِي أَهُوَ مِمَّنْ يَسْتَحِقُّ حَقِيقَةَ الْإِيمَانِ أَمْ لَا؟ وَذٰلِكَ أَنَّ أَهْلَ الْعِلْمِ مِنْ أَهْلِ الْحَقِّ إِذَا سُئِلُوا، أَمُؤْمِنٌ أَنْتَ؟ قَالَ : آمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْجَنَّةِ وَالنَّارِ، وَأَشْبَاهِ هٰذَا، وَالنَّاطِقُ بِهٰذَا، وَالْمُصَدِّقُ بِهِ بِقَلْبِهِ مُؤْمِنٌ، وَإِنَّمَا الْاِسْتِثْنَاءُ فِي الْإِيمَانِ لَا يَدْرِي، أَهُوَ مِمَّنْ يَسْتَوْجِبُ مَا نَعَتَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ حَقِيقَةِ الْإِيمَانِ أَمْ لَا؟ هٰذَا وَطَرِيقُ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَالتَّابِعِينَ لَهُمْ بِإِحْسَانٍ، عِنْدَهُمْ أَنَّ الْاِسْتِثْنَاءَ فِي الْأَعْمَالِ، لَا يَكُونُ فِي الْقَوْلِ، وَالتَّصْدِيقِ بِالْقَلْبِ، وَإِنَّمَا الْاِسْتِثْنَاءُ فِي الْأَعْمَالِ الْمُوجِبَةِ لِحَقِيقَةِ الْإِيمَانِ، وَالنَّاسُ عِنْدَهُمْ عَلَى الظَّاهِرِ مُؤْمِنُونَ، بِهِ يَتَوَارَثُونَ، وَبِهِ يَتَنَاكَحُونَ، وَبِهِ تَجْرِي أَحْكَامُ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ، وَلٰكِنَّ الْاِسْتِثْنَاءَ مِنْهُمْ عَلٰى حَسَبِ مَا بَيَّنَّاهُ لَكَ، وَبَيَّنَهُ الْعُلَمَاءُ مِنْ قَبْلِنَا، رُوِيَ فِي هٰذَا سُنَنٌ كَثِيرَةٌ، وَآثَارٌ تَدُلُّ عَلٰى مَا قُلْنَا .

''اہل حق جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں، ان کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ان شاء اللہ کا اضافہ کرتے ہیں، شک کی بنا پر نہیں، اللہ بچائے! بلکہ اپنی

تعریف آپ سے بچتے ہوئے ایسا کرتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ حقیقی ایمان کے وہ مستحق ہیں یا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان سے سوال کیا جاتا ہے، آپ مومن ہیں؟ تو وہ جوابا کہتے ہیں، میں اللہ، اس کے فرشتوں، اس کے رسولوں، اس کی کتابوں، یوم آخرت، جنت وجہنم وغیرہ پر ایمان لاتا ہوں، ایسا کہنے والے اور دل سے اس کی تصدیق کرنے والے کو مومن کہا جاتا ہے، ان شاء اللہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ نہیں جانتا کہ اللہ نے جو حقیقی مومنوں کی صفات بیان کی ہیں، وہ بدرجہ اتم اس میں ہیں یا نہیں، صحابہ وتابعین کا یہی طریقہ تھا، ان کے نزدیک یہ استثنا تصدیق قلب اور اقرار پر نہیں، بلکہ ان اعمال پر واقع ہوتی ہے، جو حقیقت ایمان کے لیے ضروری ہیں، ان کے نزدیک ظاہری طور پر لوگ مومن ہوتے ہیں، اسی بنیاد پر ان کی وراثت نکاح وغیرہ کے مسائل چلتے ہیں، لیکن استثنا کا سبب وہ ہے، جو ہم نے اور پہلے علما نے بیان کر دیا ہے، اس بارے میں بہت سی احادیث بھی مروی ہیں۔''

(کتاب الشّریعة : 2/656-657)

❁ امام قوام السنہ اصبہانی رحمہ اللہ (۵۳۵ھ) فرماتے ہیں:

''جسے ایمان نصیب ہو، اس کے لیے یہ کہنا جائز نہیں: میں پکا مومن ہوں، یا اللہ کے ہاں مومن ہوں۔ بلکہ اسے کہنا چاہیے: امید ہے کہ میں مومن ہوں یا میں ان شاء اللہ مومن ہوں۔ یا کہے: میں اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں اور رسولوں پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ ایمان میں شک کی وجہ سے نہیں کہنا بلکہ اس لیے کہنا ہے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے تمام کے تمام احکام پر عمل کر

لیا ہے اور تمام منہیات کو ترک کر دیا ہے۔ اس کے برخلاف بعض کہتے ہیں کہ جب انسان اپنے متعلق جان لے کہ میں مومن ہوں، تو وہ کہہ سکتا ہے: میں پکا مومن ہوں۔ اپنے لیے قطعی طور پر مومن کا لفظ بولنے کی ممانعت اور استثنا کے ساتھ بولنے کے جواز پر دلیل سلف کا اجماع ہے۔''

(الحُجّة في بَيان المَحَجّة :1/443-444)

❀❀❀❀❀❀❀